

تنہائی سی تنہائی

مفتی منیب الرحمن

نہایت ذہنی اور دکھ کے ساتھ یہ بات لکھ رہا ہوں کہ آج میرا پیارا وطن پاکستان اقوامِ عالم اور اپنے گرد پیش کے ممالک میں تنہائی کا شکار ہے۔ حدیث پاک میں ہے: ”متکبرین کو قیامت کے دن انسانی شکل میں چیونٹیوں جیسا بنا کر اٹھایا جائے گا، اُن پر ہر طرف سے ذلت مسلط ہوگی، انہیں جہنم کے اُس قید خانے کی طرف لے جایا جائے گا، جس کا نام ”بؤلس“ ہے، وہاں ”نَارُ الْأَنْبَارِ“ (یعنی ایسی آگ جس سے خود آگ بھی پناہ مانگے) کے شعلے بلند ہوں گے اور انہیں جہنمیوں کے زخموں کی زہر آلود پیپ پلائی جائے گی، (سنن ترمذی: 2492)۔ پس آج ہماری تنہائی کا عالم بھی یہی ہے کہ جس سے تنہائی کو بھی ہول آئے اور پناہ مانگے۔

ہمارا ملک جغرافیائی اعتبار سے چین، بھارت، ایران اور افغانستان سے گھرا ہوا ہے، ان میں سے چین کے علاوہ کسی بھی ملک کے ساتھ ہمارے سیاسی و سفارتی تعلقات خوشگوار اور باہمی اعتماد پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ بے اعتمادی کے سائے ہر سونڈ لا رہے ہیں۔ بھارت اپنے آپ کو مٹی سپر پاور کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ امریکا اور یورپ کے لیے اُس کا وسیع و عریض رقبہ، ایک سوچ بچس کروڑ نفوس پر مشتمل آبادی، وسیع مارکیٹ اور جمہوری و معاشی استحکام پر کشش ہے۔ امریکا بھارت کو چین کے لیے نہ صرف ایک بھڑا، واپج ڈاگ بلکہ اس کے مقابل حربی طاقت کے طور پر دیکھنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے بھارت کو نیوکلیئر سپلائی گروپ میں شامل کیا ہے اور حال ہی میں یہ عندیہ ملا ہے کہ وہ اُسے نیٹو کا ایسوسی ایٹ ممبر بھی بنانا چاہتا ہے، خود بھارت بھی بڑے زعم میں مبتلا ہے۔ خاکم بدین العیاذ باللہ! وہ پاکستان کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے یا نیپال، بھوٹان، سری لنکا اور برما کی طرح باج گزار اور طفیلی ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے برادرِ مسلم ممالک بھی اُسے بُحیرہٗ عرب کی ایک طاقت کے طور پر تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کا مظاہرہ زبیر ندو، سگھ مودی، سعودی فرمانروا ملک سلمان بن عبدالعزیز سے ملاقات اور دبئی میں شیخ محمد بن راشد المکتوم کو اپنے پہلو میں بٹھا کر ایک بڑے عوامی جلسے سے خطاب کے ذریعے کر چکا ہے، ایسا اعزاز کسی پاکستانی سربراہ ریاست و حکومت کو آج تک نصیب نہیں ہوا۔

ایران نے ماضی قریب کی تاریخ میں کبھی بھی پاکستان کو ترجیحِ اول کے درجے میں نہیں رکھا۔ صدام حسین کے دور میں عراق ایران جنگ، بعد ازاں سعودی عرب و یمن کی جنگ اور تاحال شام، عراق و افغانستان کی جاری خانہ جنگی کے پورے دور میں پاکستان کو ایران نے ہمیشہ شک و شبہ کی نظر سے دیکھا ہے، باہمی اعتماد تو بہت دور کی بات ہے۔ سی پیک یعنی پاک چین اقتصادی شاہراہ کے منصوبے کے عملی آغاز کے بعد متحدہ عرب امارات بھی پاکستان سے خوش نہیں ہیں، اس لیے کہ گوادر پورٹ آگے چل کر اگر بین الاقوامی تجارتی مرکز بنتی ہے تو دبئی اس سے یقیناً متاثر ہوگا، کیونکہ دنیا کو ایک متبادل تجارتی مرکز قریب ہی دستیاب ہوگا اور پاکستان کے استحکام اور داخلی حالات پر امن ہونے کی صورت میں اس کے روشن امکانات موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایران نے اپنی بندرگاہ چاہ بہار کو ہندوستان اور افغانستان کے اشتراک کے ساتھ ترقی دینے کا منصوبہ سی پیک کے متبادل

کے طور پر پیش کیا ہے اور ہندوستان نے اس کے لیے ابتدائی طور پر پچاس کروڑ ڈالر کی گرانٹ کا اعلان کیا ہے۔ اس طرح چین اور ہندوستان عالمی اقتصادی مفادات کی جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد صرف طالبان کا دور ایسا رہا ہے کہ بھارت کا کابل اور افغانستان کی داخلی و خارجی سیاست سے اخراج ہوا، ورنہ بقیہ تمام ادوار میں آج تک ہندوستان نے افغانستان میں دیدہ اور نادیدہ صورتوں میں بیٹھ کر پاکستان کو پریشان کیے رکھا ہے اور ہمارے وطن عزیز کے استحکام کے لیے خطرہ بنا رہا ہے۔ سعودی عرب کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات بظاہر پہلے کی طرح نظر نہیں آ رہے، اس کی خواہش ہے کہ پاکستان برسر عام میدان میں آکر اس کی خارجی جنگ لڑے، جب کہ پاکستان قومی اور بین الاقوامی مجبوریوں کی وجہ سے علی الاعلان ایسا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

ہندوستان نے پاک ہند ایران گیس پائپ لائن کے منصوبے میں اپنی ضرورت اور ایران سے دوستی کے باوجود سنجیدگی اختیار نہیں کی، کیونکہ کسی بھی ممکنہ جنگ کی صورت میں ان کے کارخانوں کی چیمینیاں اور گھروں کے چولہے بجھ سکتے ہیں۔ اگرچہ بین الاقوامی منصوبوں میں عالمی ضمانتیں بھی ہوتی ہیں، لیکن یہ مقولہ تو ہر دور پر صادق آتا ہے کہ ”محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے“، یہی وجہ ہے کہ وہ اب بحیرہ عرب میں زیر آب فابہر پائپ لائن کے ذریعے گیس کی ترسیل کے منصوبے پر غور کر رہا ہے۔ اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو تانی (ترکمانستان، افغانستان، پاکستان اور انڈیا پر مشتمل) گیس پائپ لائن کا منصوبہ بھی سیاسی اختلافات یا حالت جنگ یا افغانستان میں خانہ جنگی اور بے امنی کے لمبے عرصے تک خدا نخواستہ جاری رہنے کی صورت میں کس طرح قابل اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ گیس اور توانائی ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ آئندہ کی ضرورت کے لیے پیش بندی کے طور پر ذخیرہ کر سکیں۔ یہی بے اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے اور پاکستان بجلی کی ٹرانسمیشن لائن اور گرڈ انٹین کے بارے میں رہے گی، کیونکہ یہ ٹرانسمیشن لائن بھی افغانستان کے بعض علاقوں سے گزر کر آئے گی۔ اگرچہ یہ منصوبے جن ممالک سے گزر کر آتے ہیں، ان کو راہداری کی مدد میں متعدد معاوضہ بھی ملتا ہے، لیکن پھر وہی مقولہ صادق آسکتا ہے کہ ”جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے“۔

پاکستان جب سے امریکا کی غلامی میں داخل ہوا ہے، پاکستان کے سامان حرب اور مالی ضروریات کا بڑا انحصار امریکا پر رہا ہے، کیونکہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک براہ راست امریکا کے کنٹرول میں ہیں اور وہ بوقت ضرورت ایشین ڈیولپمنٹ بینک کو بھی پابند کر سکتا ہے۔ 1965 کی جنگ کے بعد تو امریکا نے سامان حرب کے لیے فاضل پروژوں کی رسد بھی بند کر دی تھی۔ اس پر کسی صاحبِ نظر نے گلستانِ سعدی میں درج شیخ سعدی کے مندرجہ ذیل اشعار کی طنزیت شریک کی تھی:

دوستِ مشمار آن کہ در نعمتِ زند لاف یاری و برادرِ خواندگی

دوستِ آن دامن کہ گیرد دستِ دوست در پریشان حالی و در ماندگی

ترجمہ: ”اُسے دوست نہ سمجھو کہ جو عیش و عشرت کے زمانے میں جان چھڑکنے اور بھائی چارگی کے دعوے کرتا ہو، میں (قابلِ اعتماد) دوست اسے سمجھتا ہوں جو پریشان حالی اور مصیبت کے وقت دوست کا ہاتھ پکڑے“۔ انہوں نے کہا: ایک شخص کی اپنے دشمن کے ساتھ ہاتھ پائی ہو رہی تھی کہ اس کے جگری دوست نے آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور دشمن نے اس کو مار مار کر بھر کس نکال دیا۔ اس نے دوست سے کہا کہ تمہیں تو میرا مددگار بننا چاہیے تھا، تم الٹا میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے مروا رہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو شیخ سعدی کے مشورے پر عمل کیا ہے کہ مصیبت کے وقت دوست کا ہاتھ پکڑ لو، سو جب میں نے آپ کو دشمن سے جنگ میں نبرد آرماء اور حالتِ مصیبت میں دیکھا تو حضرت شیخ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس امریکا بھی ہمارا ایسا ہی مخلص دوست ہے جو ہر مصیبت کے وقت ہمارا ہاتھ پکڑ کر بے بس کر دیتا ہے اور ہم حقیقتاً جالندھری کے اس شعر کا

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی سو ہر موڑ پر جب بھی کسی نادیدہ سمت سے تیر آتا ہے اور پلٹ کر دیکھتے ہیں تو امریکا سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ شاید ہم خود کچھیت قوم خود اذیتی کے آزار میں مبتلا ہیں کہ اس طوق غلامی کو کسی بھی طور پر اپنی گردن سے اتارنے کے لیے تیار نہیں ہیں، کیونکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور کچھیت قوم اپنے آپ پر یقین پیدا کرنا ہوتا ہے اور ہم اس نعمت سے محروم ہیں۔ قوم کے جذبات کی ترجمانی کی آئینی قانونی ذمہ داری پارلیمنٹ اور وقت کے حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے اور وہ شروع سے آج تک اس معاملے میں جرأت مندانہ موقف اختیار نہیں کر سکے، علامہ اقبال نے سچ کہا تھا:

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں، نہ زنجیریں جو ہر ذوق یقین پیدا، تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں ماضی کے بعض حکمران جب زچ ہو گئے، تو آخری لمحات میں انہوں نے کفِ افسوس ملا، لیکن اس وقت ان کے ہاتھ میں کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا، جیسا کہ سابق صدر جنرل ایوب خان نے آخری ایام میں Friends Not Masters کے نام سے اپنی سوانح لکھی، لیکن اس وقت امریکا ان سے جان چھڑانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اسی طرح جب جنرل پرویز مشرف کی افادیت ختم ہو گئی تو امریکا نے انہیں محترمہ بے نظیر بھٹو سے معاہدے پر مجبور کیا، این آر او تشکیل پایا اور وہ بقول خود اپنی کھال یعنی وردی اتارنے پر مجبور ہو گئے، کوئٹہ و لیزار اُس کی یادداشتیں طبع ہو چکی ہیں۔

پس یہ حقائق تو نوشتہ دیوار ہیں، لیکن ہمارے سیاسی رہنماؤں کے پاس دیوار کے لکھے کو پڑھنے کی فرصت کہاں ہے، ان کے تو مشاغل ہی کچھ اور ہیں۔ ہم نے گزشتہ چند سالوں میں پاکستان کی بڑی سیاسی جماعتوں کے قائدین کا پاکستان کے عالمی مسائل پر ایک بھی پالیسی بیان نہیں دیکھا اور نہ ہی اس بات کا کوئی تاثر ملا کہ ملک جن حالات سے دوچار ہے، ان کو اس کا ادراک ہے۔ پس لازم ہے کہ قومی پالیسی مرتب کرنے کے لیے پارلیمنٹ کا پس پردہ طویل اجلاس ہو اور اُس میں خارجہ امور کے مثبت اور منفی تمام پہلوؤں پر تفصیلی بحث کے بعد قومی اتفاق رائے پر مبنی پالیسی تشکیل دی جائے اور پارلیمنٹ میں نمائندگی رکھنے والی بڑی سیاسی جماعتوں کے قائدین پر مشتمل ایک اسٹیئرنگ کمیٹی بنے، جو اس پالیسی پر عمل درآمد کا جائزہ لیتی رہے اور سب اس کے نتائج کی ذمہ داری قبول کریں، لیکن یہ تب ہو سکتا ہے کہ ہمیں داخلی مناقشوں اور الجھاؤ سے نجات ملے۔ ہمارا میڈیا بھی اپنے ناظرین کو اسکرین سے جوڑے رکھنے کے لیے داخلی مسائل پر ہی طوفان برپا کیے رہتا ہے۔ ہماری اس حالت زار پر علامہ اقبال کی وعید پیش خدمت ہے:

وطن کی فکر کرنا داں، مصیبت آنے والی ہے
ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
یہ خاموشی کہاں تک؟، لذت فریاد پیدا کر
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو!
اس میں ذرا سا تصرف کر کے ہندوستان کی جگہ پاکستان پڑھ لیں۔ لطیفہ: ایک خاتون اپنے لخت جگر کو سفر پر روانہ کرتے وقت یہ دعا کر رہی تھی: یا اللہ! میرے عزیز کی اسی طرح حفاظت فرما، جیسے تو نے ولی محمد کے فائز پروف پاسپورٹ کی حفاظت فرمائی ہے کہ امریکا کا راکٹ بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔